رفیع اللہ

کیا امام محمد امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے ؟

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فقہ حنفی کے بانی صرف امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے لیکن جن لوگوں کو علم فقہ سے تھوڑی بہت واقفیت ہے وہ جانتے ہیں کہ اس کام میں ان کے کچھ شاگرد بھی شریک ہیں۔ ان میں سے دو شاگردوں یعنی قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے خاصی شہرت حاصل کی۔ فقہ حنفی میں زیادہ تر مسائل انھیں کے ہیں۔ امام غزالی کی تحقیق کے مطابق حنفی فقہ کا دو تہائی حصہ انہی دو شاگردوں (جو صاحبین کے لقب سے مشہور ہیں) کے اقوال پر مشتمل ہے۔

بل قال الغزالی انہما خالفا ابا حنیفۃ فی ثلثی مذہبہ

امام غزالی فرماتے ہیں کہ صاحبین نے دو تہائی مذہب میں امام ابو حنیفہ سے اختلاف کیا ہے۔

(النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر ص ۴)

تاریخ کی اکثر کتابوں میں یہ ذکر آتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فقہ کا ایک مجموعہ مرتب کرایا تھا۔ اس وقت دنیا میں اس مجموعہ کا کوئی وجود نہیں۔ کچھ کتابیں بھی امام صاحب کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ لیکن اکثر محققین نے فقہ اکبر کے سوا کسی اور کتاب کو آپ کی تالیف تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی اس سے بھی آگے گئے ہیں وہ فقہ اکبر کو بھی امام صاحب کی تصنیف ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

" فقہ اکبر کو اگرچہ فخر الاسلام بزدوی، عبد العلی بحر العلوم و شارحین فقہ اکبر نے امام صاحب کی طرف منسوب کیا ہے لیکن ہم مشکل سے اس پر یقین کر سکتے ہیں۔" (پھر اپنے دعوے کے ثبوت،

میں مفصل بحث کی ہے (سیرت النعمان از علامہ شبلی نعمانی، ص ۱۴۸ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ)۔

امام صاحب کے بعد فقہ حنفی کی دوسری اہم شخصیت قاضی ابویوسف ہیں۔ یہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے حنفی فقہ میں کتابیں تصنیف کیں۔ لیکن ان کی دو کتابوں (کتاب الخراج اور اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی) کے سوا کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچ سکی۔ چنانچہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حنفی مذہب کی تعلیم کا سلسلہ امام محمد سے ہی شروع ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے پاس اس وقت صرف ان کی ہی کتابیں موجود ہیں۔ (تاریخ فقہ اسلامی از علامہ خضری ص ۲۲۶) بلکہ آپ کی کتابوں کے علاوہ جو مسائل دوسرے ذرائع سے منقول ہیں ان کو معتبر نہیں سمجھا جاتا۔ شامی نے فقہ حنفی کی تکوین کے متعلق لکھا ہے:

اعلم ان مسائل اصحابنا الحنفیۃ علی ثلاث طبقات: الاولی مسائل الاصول وہی مسائل مرویۃ عن اصحاب المذہب وہم ابوحنیفۃ و ابویوسف ومحمد ویلحق بہم زُفر والحسن بن زیاد وغیرہما ممن اخذ عن الامام۔ الثانیۃ مسائل النوادر وہی مرویۃ عن اصحابنا المذکورین۔ لم تروَ عن محمد بروایاتٍ ظاہرۃ ثابتۃٍ صحیحۃٍ۔ الثالثۃ الواقعات وہی مسائل استنبطہا المجتہدون المتاخرون لما سئلوا عنہا۔ ولم یجدوا فیہا روایۃً وہم اصحاب ابی یوسف ومحمد واصحاب اصحابہما وہلم جرّا وہم کثیرون ومن بعدہم (شامی مطبوعہ دارالکتب جلد اول ص ۵۱)۔

جاننا چاہیے کہ حنفی فقہ کے مسائل تین طرح پر ہیں۔ پہلے مسائل اصول ہیں اور یہ وہ مسائل ہیں جو مذہب کے بانیوں سے مروی ہیں اور وہ امام ابوحنیفہ، ابویوسف اور محمد ہیں۔ اور ان کے ساتھ زفر، حسن بن زیاد اور دوسرے شاگرد جنھوں نے امام صاحب سے تعلیم پائی تھی شامل ہیں۔ دوسری قسم مسائل النوادر کی ہے اور یہ وہ مسائل ہیں جو روایت تو مذکورہ ائمہ سے کیے گئے ہیں لیکن امام محمد کی ظاہر، ثابت اور صحیح روایات میں نہیں ہیں۔ مسائل کی تیسری قسم واقعات ہیں اور یہ وہ مسائل ہیں جن کا استنباط بعد کے مجتہدین نے کیا جب ان کو مذہب کی کوئی روایت نہ ملی اور وہ ابویوسف اور محمد کے شاگرد اور ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اسی طرح آگے اور یہ بہت

سے لوگ ہیں اور اسی طرح جو ان کے بعد آئے۔

یہاں تک تو مسلّم ہے کہ حنفی فقہ کی تعلیم کا سلسلہ امام محمد سے شروع ہوا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا امام محمد امام ابو حنیفہ کے شاگرد بھی تھے یا نہیں؟ اس موضوع میں حیرانی کی بات کوئی نہیں۔ کیونکہ بہت سی ایسی باتیں جو کل تک تاریخی حقائق تھے آج غلط ثابت ہو چکے ہیں۔ مثلاً خود اسی مضمون کے متعلق دیکھیے۔ بڑے بڑے محققین نے امام صاحب کی طرف کتابیں منسوب کیں لیکن اب تحقیق سے یہ غلط ثابت ہو چکی ہیں۔ اسی طرح فقہ کی کتابوں میں یہ بات بھی بڑے زور شور سے بیان کی گئی ہے کہ امام شافعی امام محمد کے شاگرد تھے لیکن علامہ ابن تیمیہ کی تحقیق اس کے خلاف ہے انھوں نے اس بات سے انکار کر دیا ہے کہ امام شافعی امام محمد کے شاگرد ہیں (سیرت النعمان از علامہ شبلی، ص ۳۸۹)۔

اس لیے اگر انہی کتابوں سے ہمارے موضوع کی طرف رہنمائی ملتی ہو تو ایک نظر ڈال لینے میں کیا حرج ہے؟ اسلامی قانون کی تدوین کے سلسلے میں مضامین میں تضاد بیانیوں کی وجہ سے جو الجھنیں پیدا ہو رہی ہیں شاید اس سے ان کے کم کرنے میں کچھ مدد ملے۔

امام محمد کی ولادت کے متعلق مختلف اقوال ہیں کوئی سنہ ۱۳۲ھ کا زمانہ قرار دیتا ہے تو کوئی سنہ ۱۳۵ھ کا۔ ابن سعد آپ کی ولادت کے متعلق لکھتے ہیں

ولد محمد بواسط فی سنة اثنتین وثلثین ومائة ونشأ بالکوفة وطلب الحدیث وسمع سماعاً کثیراً (الطبقات الکبیر جلد ۷ قسم ثانی ص ۷۸)۔

کہ امام محمد واسط میں سنہ ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ کوفہ میں پرورش پائی۔ علم حدیث پڑھا اور بہت سی روایتیں سنیں۔

مولانا عبد الحی لکھنوی نے بھی یہی تاریخ دی ہے۔

فولد لھا فیھا محمد سنة ۱۳۲ھ وکانت الدولة الامویة قد زالت وبدا امر العباسیین (دیباچہ موطا امام محمد ص ۲ جدید ایڈیشن)

کہ امام محمد واسط میں ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اس وقت اموی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور عباسی حکومت شروع ہو چکی تھی۔

عربوں میں تاریخ شماری کا عام طور پر یہ رواج تھا کہ وہ کسی کی ولادت یا وفات کے کسی واقعہ کے ساتھ منسلک کر کے شمار کرتے تھے۔ چونکہ اکثر کتابوں میں وہی لکھا ہے جو مولانا عبدالحی لکھنوی نے لکھا کہ آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب عباسیہ کی حکومت شروع ہو چکی تھی اور عباسیہ کی حکومت ۱۳۲ھ میں شروع ہوتی ہے۔ اس لیے بعض نے آپ کی پیدائش کا سن ۱۳۳ھ دیا ہے۔

تاریخ شماری کے اس طریقہ سے عام طور پر ایک دو سال کا فرق پڑ جانا بعید نہیں۔ اور یہ فرق بڑے بڑے ائمہ کے متعلق پایا جاتا ہے۔ مثلاً امام مالک (جو مالکی مذہب کے بانی تھے) کے متعلق بھی یہ اختلاف موجود ہے۔ ان کی ولادت کے بھی تین مختلف سن ۹۰ھ، ۹۳ھ، اور ۹۵ھ دیے جاتے ہیں۔ امام محمد کی وفات امام الکسائی کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔ اب الکسائی کی وفات کے متعلق اختلاف ہے کوئی ۱۰۹ھ کا سن بتاتا ہے تو کوئی ۱۹۷ھ کو۔ علامہ ابن ندیم جیسے محقق نے دونوں اقوال کو لیا ہے۔ امام محمد کی وفات کے متعلق لکھتے ہیں

فمات بالری تسع وثمانین ومائۃ فی السنۃ التی توفی فیہا الکسائی۔ (فہرست ابن ندیم ص ۳۰۱)

کہ امام محمد نے ۱۸۹ھ میں رے میں اس سال وفات پائی جس سال امام الکسائی نے۔ دوسری جگہ امام الکسائی کی وفات کے متعلق لکھتے ہیں

وتوفی بالری سنۃ سبع وتسعین ومائۃ ودفن وابو یوسف القاضی فی یوم واحد

(ایضاً ص ۱۰۲)

امام الکسائی نے ۱۹۷ھ میں رے میں وفات پائی اور قاضی ابو یوسف (امام محمد کی بجائے غلطی سے لکھ گئے ہیں) اور وہ ایک ہی دن دفن ہوئے۔

قاضی ابو یوسف کی وفات تو بالاتفاق جمعرات کے دن ظہر کے وقت ربیع الاول

کی پانچویں تاریخ ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ (سیرت النعمان از علامہ شبلی ص ۳۸۰)۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد کی بجائے قاضی ابویوسف لکھ گئے ہیں۔ اگر اس کو صحیح سمجھا جائے تو اس حساب سے تو امام محمد کی تاریخ ولادت ۱۳۹ھ بنتی ہے۔

علامہ شبلی نے مختلف روایات دیکھنے کے بعد امام محمد کی پیدائش کا سال ۱۳۵ھ قرار دیا ہے۔ (سیرت النعمان ص ۳۸۶)

اب ہم دیکھیں گے کہ امام ابوحنیفہ کی وفات کس سن میں ہوتی ہے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ امام محمد کے پاس آپ کی شاگردی کے لیے کتنا وقت تھا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات بالاتفاق ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ مورخ اسلام حافظ ذہبی ۱۵۰ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں:

وفی رجب توفی فقیہ العراق الامام ابوحنیفۃ النعمان ابن ثابت الکوفی

(العبر فی خبر من غبر جلد ۱، ص ۲۱۴)

رجب کے مہینے میں فقیہ عراق حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی نے وفات پائی۔ اس تاریخ پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ اس حساب سے امام صاحب کی وفات کے وقت امام محمد کی عمر پندرہ یا سترہ سال کے درمیان بنتی ہے۔ اگر علامہ شبلی کی تحقیق کو ترجیح دی جائے تو آپ کی عمر پندرہ سال بنتی ہے۔

اسی کتاب میں حافظ ذہبی نے ۱۸۹ھ کے واقعات میں خود امام محمد کی زبانی نقل کیا ہے

وقال محمد بن الحسن خلّفَ ابی ثلاثین الف درہم فانفقت ونصفاً علی النحو بالری

(ایضاً ص ۳۰۲)

کہ میرے والد نے میرے لیے ۳۰۰۰۰ درہم ورثہ میں چھوڑے جن میں سے نصف میں نے رے میں نحو کے سیکھنے پر خرچ کیے۔ دوسری کتابوں میں بھی یہ روایت آئی ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی مقدمہ موطا امام محمد میں صفحہ ۴ پر اسے نقل فرمایا ہے اور تمام کتابوں میں آپ کے

متعلق لکھا جاتا ہے کہ آپ نحو، لغت، شعر اور حدیث اور فقہ کے بہت بڑے جیّد عالم تھے۔

حافظ ذہبی کی اس روایت کی رو سے آپ نے صرف علم نحو کے حصول پر پندرہ ہزار درہم خرچ کیے۔ اس زمانہ میں متوسط طبقہ کا یومیہ خرچ دو درہم تھا یعنی تقریباً ۷۳۰ درہم سالانہ۔ امام محمد کے لیے اگر اخراجات اس سے دو گنے بھی فرض کیے جائیں تو ان کی اپنی روایت کے مطابق انھوں نے نحو سیکھنے پر کم از کم دس سال لگائے ہوں گے۔ خیر میں نے یہ چیز بطور جملہ معترضہ بیان کی ہے۔ اپنے نقطۂ نظر کے ثبوت میں تاریخ کی کتابوں کے ہی حوالے دوں گا۔ تاہم غور و فکر کرنے والوں کے لیے یہ جملہ معترضہ بھی کچھ رہنمائی ضرور کرے گا۔ فقہ کی کتابوں میں یہ تصریح بھی کی گئی ہے کہ چونکہ امام صاحب کی وفات کے وقت امام محمد کی عمر کم تھی اس لیے انھوں نے امام صاحب سے تھوڑا سا علم حاصل کیا اور باقی کی تکمیل قاضی ابو یوسف سے کی۔

واخذ قلیلاً عن ابی حنیفة لان اباحنیفة توفی و محمد شابٌ فاتم الطریقة علی ابی یوسف

(القضا فی الاسلام ص ۴۲)

آپ نے امام ابوحنیفہ سے تھوڑا سا علم حاصل کیا کیونکہ امام محمد ابھی جوان ہی تھے کہ امام صاحب وفات پا گئے۔ آپ نے فقہ کی باقی تعلیم قاضی ابو یوسف سے حاصل کی۔ علامہ شبلی فرماتے ہیں کہ آپ کم و بیش دو برس تک امام ابوحنیفہ کی خدمت میں رہے۔ امام صاحب کی وفات کے بعد قاضی ابو یوسف سے بقیہ تحصیل کی (سیرت النعمان ص ۳۸۷)

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دو سال کون سے تھے۔ کیونکہ امام صاحب کو تو ۱۴۶ھ میں محبوس کر دیا گیا تھا۔ اس وقت تو امام محمد کی عمر خود علامہ شبلی کی تحقیق کے مطابق دس سال بنتی تھی۔

ابوجعفر منصور نے امام کو ۱۴۶ھ میں قید کیا۔ لیکن اس حالت میں بھی اس کو ان کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ (ایضاً ص ۸۲)۔ ۱۴۶ھ کے سنہ پر مورخین کا اتفاق ہے اس لیے مزید حوالجات دینے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ علامہ شبلی نے اس کی تطبیق یوں کی ہے کہ انھوں نے یہ دو سال کی تعلیم ان سے قید [illegible]یں ہی حاصل کی۔ فرماتے ہیں۔

امام محمد نے کہ فقہ حنفی کے دست وبازو ہیں۔ قید خانہ میں ہی ان سے تعلیم حاصل کی۔

(ایضاً ص ۴۲)

علامہ شبلی نے اس کی کوئی دلیل نہیں دی۔ میری نظر سے جو کتابیں گزری ہیں ان میں تو یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ کسی آدمی کو امام صاحب سے ملنے نہیں دیتے تھے۔ اور امام صاحب اس قید خانہ میں اتنے تنگ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ سے اٹھا لینے کی دعا کی۔

ضیقوا الامر فی الطعام والشراب والحبس۔ کھانے پینے میں امام پر تنگی کی گئی اور قید وبند میں بھی سختی اختیار کی گئی (موفق جلد ۲ ص ۱۷۴ بحوالہ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۴۶۶)۔

اس کے بعد کسی کی سفارش سے امام صاحب کو جیل کی بجائے کسی مکان میں نظر بند کیا گیا تو ابوجعفر نے واضح ہدایات دیں کہ ان سے کوئی شخص نہیں مل سکتا۔

"اس مکان میں منتقل کا حکم دیتے ہوئے ابوجعفر نے اس کا بھی حکم دیا کہ نہ تو امام کے پاس فتویٰ وغیرہ پوچھنے کے لیے لوگوں کو آنے دیا جائے اور نہ کسی کو ان کے پاس بیٹھنے کی اجازت ہوگی اور یہ کہ اس مکان سے وہ باہر بھی نہیں نکل سکتے" (ایضاً بحوالہ ایضاً ص ۴۶۷)

علامہ گیلانی "موفق" کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ امام صاحب پر خاص کر آخری سالوں میں بڑی سختیاں کی گئیں یہاں تک کہ ابوجعفر کی اس دار وگیر، تشدد وجبر سے بیزار ہو کر امام صاحب رویا کرتے اور کان اکثر الدعا۔ اور بہت زیادہ دعا کرنے لگے۔ کس چیز کی دعا کرنے لگے اس کی تصریح نہیں کی گئی لیکن راوی کا اس کے بعد بیان کہ

فلم یلبث الاسیر حتی مات۔ پس نہ ٹھہرے اس کے بعد چند روز تا ایں کہ وفات ہو گئی۔ اس سے کچھ معاملہ واضح ہو جاتا ہے (حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۴۷۲ تیسرا ایڈیشن)۔

درس دینا تو کجا کسی کو آپ سے ملنے اور کوئی مسئلہ تک پوچھنے کی اجازت نہ تھی۔ قارئین خود اندازہ لگائیں کہ علامہ شبلی کی تطبیق کہاں تک درست ہو سکتی ہے۔

جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں کہ امام صاحب کی گرفتاری کے وقت امام محمد کی عمر ۱۰ یا ۱۲ سال بنتی

ہے۔ لیکن اہل کوفہ بیس برس سے کم عمر کے شخص کو حدیث کی درس گاہ میں شامل نہیں ہونے دیتے تھے۔ یاد رہے کہ فقہ سے پہلے حدیث کی تعلیم حاصل کی جاتی تھی۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ: اہل کوفہ کا اس پر بڑی سختی سے عمل تھا انھوں نے خود امام ابوحنیفہ کو بیس سال کی عمر سے پہلے حدیث کی درسگاہ میں شامل نہ ہونے دیا۔ علامہ شبلی اس کی وجہ نقل کرتے ہیں

کیونکہ اس زمانہ میں روایت حدیث اپنے عروج پر تھی۔ لیکن ان روایات میں بہت زیادہ غلطیاں تھیں جو خاص طور پر دس بارہ سال کے لوگوں نے روایت کیں۔ ان کے نزدیک بھی اس بات کا قوی احتمال موجود ہے کہ کم سنی کی وجہ سے مضمون حدیث کی تمام خصوصیتیں خیال میں نہ آئی ہوں۔ جس کی وجہ سے ادائے مطلب میں عظیم الشان غلطیاں پیدا ہو جاتیں۔ چنانچہ اس خطرہ سے بچنے کے لیے علمائے حدیث نے حدیث سیکھنے کے لیے کم از کم عمر کی شرط لگائی۔ اگرچہ اس امر میں محدثین میں باہم اختلاف ہے لیکن ارباب کوفہ سب سے زیادہ احتیاط کرتے تھے یعنی بیس برس سے کم عمر کا شخص حدیث کی درسگاہ میں شامل نہیں ہوسکتا تھا۔ (مقدمہ ابن الصلاح مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۵۸ بحوالہ سیرت النعمان ص ۳۱)

علامہ شبلی امام صاحب کی صحابہ سے روایت نہ کرنے کی وجہ اہل کوفہ کی یہی احتیاط بیان کرتے ہیں حالانکہ دشمنوں تک کو اعتراف ہے کہ امام صاحب جیسے ذہین آدمی صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اس حساب سے تو امام محمد کی حصول حدیث کی عمر ۱۵۵ھ بنتی ہے۔ جب کہ امام صاحب کی وفات پر پانچ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اور یہ یاد رہے کہ فقہ کی تعلیم حدیث شریف کی تعلیم کے بعد ہوتی تھی۔

ہمارے زمانہ کے علما تو اہل کوفہ سے بھی زیادہ احتیاط برتتے ہیں۔ چنانچہ انھیں ایسی صحیح احادیث کے قبول کرنے میں بھی تامل ہے جو بائیس یا تیئس سال کی عمر کے صحابہؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہیں۔ مثلاً دو صحابیوں رافع بن خدیج اور حضرت جابر سے بٹائی کی حرمت کے متعلق صحیح احادیث مروی ہیں۔ لیکن صاحب ترجمان القرآن کو ان حدیثوں کے قبول کرنے میں اس

لیے تامل ہے کہ راویوں کی عمر ۲۲ یا ۲۳ سال ہے۔ چنانچہ ان احادیث پر اعتراضات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) واضح رہے کہ رافع بن خدیج کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بمشکل ۲۲ سال تھی۔ جنگ احد میں یہ اس لیے شریک نہ ہو سکے کہ ان کی عمر ۱۵ سال سے کم تھی۔

(ترجمان القرآن جلد ۴۳ نمبر ۲-۵ ص ۱۴۸)

(۲) معلوم رہے کہ حضرت جابر کی عمر حضورؐ کی وفات کے وقت ۲۳ سال سے زیادہ نہ تھی۔

(ایضاً ص ۱۵۰)

قارئین خود فیصلہ کریں کہ ۲۲ یا ۲۳ سال عمر کے صحابۂ رسول صلعم کی احادیث قابل قبول نہیں تو امام محمد کی روایات کا کیا حال ہوگا کہ امام ابوحنیفہ کی گرفتاری کے وقت آپ کی عمر بمشکل دس بارہ سال بنتی ہے۔

فقہ کی کتابوں میں ایک اور واقعے کا ذکر بڑی شد و مد سے کیا جاتا ہے اور وہ ہے امام ابوحنیفہ کی مجلس تدوین فقہ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مجلس چالیس شاگردوں پر مشتمل تھی لیکن ان میں سے کچھ بہت ہی مشہور تھے۔ چنانچہ اس مجلس کی تعریف میں جامع المسانید جلد ا صفحہ ۳۳ کے حوالہ سے علامہ گیلانی مرحوم نے وکیع بن الجراح کا یہ قول نقل کیا ہے:

کیف یقدر ابوحنیفہ ان یخطئ ومعہ مثل ابویوسف وزفر ومحمد فی قیاسہم واجتہادہم (اس کے بعد دوسرے شاگردوں کی خصوصیات بیان کی ہیں)

(حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۲۳۰)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے کام میں غلطی کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ جب واقعہ یہ تھا کہ ان کے ساتھ ابویوسف، زفر، محمد جیسے لوگ قیاس و اجتہاد میں مدد دینے والے موجود تھے۔

اسلامی قانون کی تدوین کے سلسلہ میں اس مجلس کا ذکر بڑی شد و مد سے کیا جا رہا ہے اور یہ کہ اس مجلس نے تدوین فقہ کا کام ۲۲ سال میں مکمل کیا تھا۔ اس موضوع پر جو مضمون بھی نکل رہا

ہے اس میں ان دو باتوں کا ذکر لازمی ہے۔ مثلاً یکم اپریل ۱۹۶۳ء کے "چٹان" کے صفحہ ۱۲ پر "اسلامی آئین کی تدوین" پر مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں ان واقعات کے علاوہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام طحاوی نے بہ سند متصل اسد بن فرات تلمیذ امام مالک سے نقل کیا ہے کہ مجلس تدوینِ فقہ کے اراکین چالیس تھے سب کے سب درجۂ اجتہاد کو پہنچ چکے تھے۔ ان میں سے دس بارہ حضرات کی ایک اور مجلس خاص مرتب کی گئی تھی جس کے رکن امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، داؤد طائی، اسد بن عمر، یوسف بن خالد، یحییٰ بن ابی زائدہ وغیرہم تھے۔ صاحب موصوف نے مضمون میں آگے چل کر لکھا ہے کہ یہ کام یعنی تدوینِ فقہ ابی حنیفہ ۲۲ سال میں مکمل ہوا۔

امام صاحب ۱۴۶ھ میں قید کر دیے گئے تھے اور جیل میں انھیں کسی سے ملنے کی اجازت تک نہ تھی اور نہ ہی آپ کو باہر نکلنے کی اجازت تھی اس لیے لازماً یہ کام ۱۴۶ھ کو ختم ہو چکا ہوگا۔ ۱۴۶ھ سے ۲۲ سال جو اس مجلس کو تدوینِ فقہ میں لگے، منہا کیے جائیں تو یہ ۱۲۴ھ کا زمانہ بنتا ہے۔ جب یہ کام شروع کیا گیا ہوگا۔ یہ زمانہ امام محمد کی پیدائش سے تقریباً دس سال قبل ہے۔ یعنی اندازہ لگائیے کہ امام محمد کو آپ کی پیدائش سے بھی دس سال پہلے مجلس تدوینِ فقہ کا رکن اعلیٰ بتایا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ درجہ اجتہاد کو بھی پہنچے ہوئے تھے۔ افسوس ہے کہ امام صاحب کا یہ مجموعہ ہم تک نہیں پہنچ سکا ورنہ صحیح صورت حالات معلوم ہو جاتی۔

خارجی شہادت کے لیے یہ حوالے کافی ہیں۔ مزید حوالے دینا قارئین کا وقت ضائع کرنا ہے۔ یاد رہے کہ اس مضمون میں جو حوالے بھی دیے گئے ہیں یا دیے جائیں گے وہ ہمارے علماء کے نزدیک مستند ہیں۔ علامہ شبلی نے ان سب کتب کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو ص ۲۳ سیرت النعمان)

اب ہم خود امام محمد کی کتابوں سے کچھ شہادتیں پیش کریں گے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہم آپ کی کتابوں کی وہی فہرست دیتے ہیں جو علامہ شبلی نے نقل کی ہے۔ اور یہی زیادہ صحیح اور

تکمیل ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

امام محمد کی تصنیفات تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور آج فقہ حنفی کا مدار ان ہی کی کتابوں پر ہے۔ ہم ذیل میں ان کتابوں کی فہرست لکھتے ہیں جن میں امام ابوحنیفہ کے مسائل روایۃً مذکور ہیں اور اس لیے وہ فقہ حنفی کے اصل اصول خیال کیے جاتے ہیں۔

۱۔ مبسوط۔ اصل میں یہ کتاب قاضی ابویوسف کی تصنیف ہے۔ ان ہی مسائل کو امام محمد نے زیادہ توضیح اور خوبی سے لکھا ہے۔ یہ امام محمد کی پہلی تصنیف ہے۔

۲۔ جامع صغیر۔ مبسوط کے بعد تصنیف ہوئی۔ اس کتاب میں امام محمد نے قاضی ابویوسف کی روایت سے امام ابوحنیفہ کے تمام اقوال لکھے ہیں۔ کل ۵۳۳ مسئلے ہیں جن میں ایک سو ستر مسئلہ کے متعلق اختلاف رائے بھی لکھا ہے وغیرہ۔

۳۔ جامع کبیر۔ جامع صغیر کے بعد لکھی گئی۔ ضخیم کتاب ہے اس میں امام ابوحنیفہ کے اقوال کے ساتھ قاضی ابویوسف اور امام زفر کے اقوال بھی لکھے ہیں۔

۴۔ زیادات۔ جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آئے وہ اس میں درج کیے۔

۵۔ کتاب الحجج۔ یہ کتاب امام محمد نے مدینہ سے آکر لکھی (چونکہ خود حنفیہ اس کتاب کو نہیں لیتے اس لیے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں)۔

۶۔ سیر صغیر و کبیر۔ یہ سب سے آخری تصنیف ہے۔ اول سیر صغیر لکھی۔ اس کا ایک نسخہ امام اوزاعی کی نظر سے گزرا۔ انھوں نے طعن سے کہا کہ اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت۔ امام محمد نے سنا تو سیر کبیر لکھنا شروع کی۔ تیار ہو چکی تو ساٹھ جزوں میں آئی۔ امام محمد اس ضخیم کتاب کو ایک خچر پر رکھوا کر ہارون الرشید کے پاس لے گئے۔ ہارون الرشید کو پہلے سے خبر ہو چکی تھی۔ اس نے قدردانی کے لحاظ سے شہزادوں کو بھیجا کہ خود جا کر امام محمد سے سند لیں۔

(سیرت النعمان ص ۳۹۴)

امام محمد کی طرف منسوب پہلی کتاب کے متعلق تو خود علامہ شبلی نے وضاحت کر دی ہے

کہ وہ دراصل قاضی ابو یوسف کی تصنیف ہے جس کو امام محمد نے زیادہ توضیح اور خوبی سے لکھا۔ امام محمد کی اپنی پہلی تصنیف جامع صغیر ہے۔ آپ کی صرف اسی کتاب کو آپ کے دو شاگردوں عیسیٰ بن ابان اور محمد بن سماعہ نے روایت کیا ہے باقی تمام کتابوں کی روایت میں تفرد پایا جاتا ہے جو زیادہ تر ابو حفص احمد بن حفص نے روایت کی ہیں۔ آپ کی پہلی تصنیف بہت جلد مقبول ہوئی اور مختلف علماء نے اس کی نقول حاصل کیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا اصلی نسخہ ہم تک پہنچ سکا ہے۔ تاہم آپ یہ کتاب شروع سے لے کر اخیر تک دیکھ جائیں اس میں تمام کی تمام روایات قاضی ابو یوسف کے واسطہ سے روایت کی گئی ہیں۔ (محمد عن یعقوب عن ابی حنیفہ) یعنی اس میں ایک روایت بھی امام ابو حنیفہ سے براہِ راست لکھی نہیں گئی۔ اگر پہلی کتاب کا یہ حال ہے تو بعد کی تصنیفات کے متعلق اس کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے بھی دوسری کتابوں کی روایت میں تفرد پایا جاتا ہے اس لیے روایت کے لحاظ سے وہ جامع صغیر کے پائے کی نہیں۔

جامع صغیر کے بعد سیر الکبیر کو جو آپ کی آخری تصنیف ہے بلند پایہ علمی کتاب تصور کیا جاتا ہے۔ دراصل امام محمد نے اس کتاب پر محنت بھی بہت کی ہے کیونکہ جیسا کہ ہم علامہ شبلی کے حوالہ سے لکھ دیے ہیں یہ ان کی عزت کا مسئلہ تھا۔ اور وہ امام اوزاعی کے طنز کا تحقیقی جواب دینا چاہتے تھے۔ اس کتاب کو شاہی قبولیت بھی حاصل ہوئی اس لیے ہم اس کتاب کے متعلق کچھ عرض کریں گے۔ اس کتاب کے جدید ایڈیشن کے دیباچہ میں لکھا ہے:

"واعلم بان السیر الکبیر آخر تصنیف صنفہ محمد فی الفقہ ولہذا لم یروہ عنہ ابو حفص لانہٗ صنفہٗ بعد انصرافہ من العراق ولہذا لم یذکر اسم ابی یوسف فی شیٔ منہ لانہٗ صنفہ بعد ما انحکمت النفرۃ بینہما (السیر الکبیر جدید ایڈیشن جلد اول ص۔۱)

جاننا چاہیے کہ سیر کبیر امام محمد کی فقہ میں آخری تصنیف ہے اس لیے ابو حفص نے آپ سے روایت نہیں کی کیونکہ آپ نے یہ کتاب ان کے عراق چلے جانے کے بعد تصنیف کی۔ اور اس میں قاضی ابو یوسف کا بھی بالکل ذکر نہیں کیونکہ یہ آپ نے اس وقت لکھی جب ان دونوں میں نفرت

جڑ پکڑ چکی تھی۔

آپ حیران ہوں گے کہ اس مشہور و معروف کتاب کا اصل نسخہ اس وقت دنیا میں کہیں موجود نہیں۔ حالانکہ جن کتابوں کو شاہی قبولیت حاصل ہوتی عام طور پر ان کا وجود باقی رہنا چاہیے تھا ہمارے پاس اس وقت جو نسخہ موجود ہے وہ شمس الائمہ سرخسی نے کئی رسالوں کے بعد محض اپنے حافظہ کی مدد سے لکھایا تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق لکھا ہے

وقد املاہ املاءً عن حفظہ دون الرجوع الی نص محمد نفسہ ومن المؤسف ان نص محمد نفسہ فقد فلا نستطیع الرجوع الیہ لتاکید من صحۃ حفظ السرخسی۔

(کتاب السیر الکبیر۔ جدید ایڈیشن جلد اول ص ۱۵)

یہ کتاب شمس الائمہ سرخسی نے اصل نسخہ دیکھے بغیر اپنے حافظہ سے املا کرائی۔ اور افسوس ہے کہ اس وقت امام محمد کا اصل نسخہ گم ہو چکا ہے اس لیے ہم امام سرخسی کی املا کردہ نسخہ کی صحت کو نہیں جانچ سکتے۔

جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب میں آپ نے امام ابو یوسف کا نام نہیں لیا کیونکہ آپ کے درمیان نفرت جڑ پکڑ چکی تھی تاہم اس سے پہلے کی تمام کتابیں قاضی ابو یوسف کے حوالہ ہی سے آپ نے روایت کیں۔ لیکن حیرانی کی بات ہے کہ قاضی ابو یوسف نے ان کا بھی بڑی سختی سے انکار کیا ہے اور اس انکار کے لیے انھوں نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کو نقل کرتے ہوئے قلم کانپتا ہے:

قال ابو یوسف قولوا لهذا الكذّاب يعنى محمد بن الحسن هذا الذی یرویہ عنی سمعہ منّی؟ (تاریخ بغداد خطیب بغدادی جلد ۲ ص ۱۸۰)

قاضی ابو یوسف نے فرمایا کہ اس یعنی محمد بن الحسن سے کہو کہ جو کچھ وہ مجھ سے روایت کرتے ہیں مجھ سے سنا بھی ہے؟

اور شاید انہی سخت الفاظ کی وجہ سے امام محمد نے قاضی ابو یوسف کا جنازہ پڑھنے

سے انکار کردیا تھا حالانکہ آپ کے دروازے کے سامنے ان کا جنازہ کھڑا کر کے ان کی لونڈیاں ان کا مرثیہ پڑھتی رہیں۔

ولما مات ابو یوسف لم یخرج محمد الی جنازتہ۔ جب قاضی ابو یوسف نے وفات پائی تو امام محمد ان کے جنازہ پر نہ گئے (السیر الکبیر جدید ایڈیشن ص ۳)

ہو سکتا ہے یہ بھی ویسی ہی روایت ہو جو امام بیہقی صاحب سنن البیہقی نے صاحبین کے متعلق روایت کی ہے کہ ان دونوں حضرات نے مل کر امام شافعی کے قتل کی سازش کی تھی۔ (بحوالہ سیرت النعمان ص ۲۸۵)۔

لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ یہ اختلاف آپ کے شاگردوں تک بھی جا پہنچا۔ اور شاگرد بھی دوسرے درجہ کے نہیں بلکہ امامت کے درجہ تک پہنچے ہوئے مثلاً یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل جن کی شاگردی کو قاضی ابو یوسف کی عظمت کی ایک دلیل تصور کیا جاتا ہے کہ ان جیسے بزرگوں نے آپ سے حدیثیں روایت کیں (سیرت النعمان ص ۳۸۱)۔ چنانچہ ان حضرات سے بہت سی ایسی روایات منقول ہیں جو امام محمد کے ضعف پر دلالت کرتی ہیں۔

روی عن معاویۃ بن صالح بن ابی عبد اللہ قال سمعت یحییٰ بن معین یقول محمد بن الحسن ضعیفٌ۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد بن الحسن ضعیف ہیں۔ ایک دوسرے راوی ابن غلابی یحییٰ بن معین سے ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔ قال یحییٰ ابن معین محمد بن الحسن لیس بشی کہ محمد بن حسن کوئی چیز نہیں ہیں۔ ایک اور روایت میں یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں لیس بشیءٍ فلا تکتب حدیثہ کہ آپ قابل اعتبار نہیں اس لیے آپ سے کوئی حدیث نہ لکھی جائے (تاریخ بغداد خطیب بغدادی جلد ۲ ص ۱۸۰)۔ امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے سنا گیا۔

سمعت احمد بن حنبل وذکر محمد بن الحسن فقال کان یذہب مذہب جہم۔ کہ امام احمد بن حنبل نے جب امام محمد کا ذکر کیا تو فرمایا کہ وہ جہمی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

قاضی ابو یوسف نے کوشش کی کہ یہ آپس کی منافرت کسی طرح ختم ہو جائے۔ اور امام محمد کو

مصر کے قاضی کا عہدہ پیش کیا۔ لیکن آپ نے یہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔
(السیر الکبیر جدید ایڈیشن جلد ا ص ۲)

اگر قاضی ابویوسف کے انکار والی روایت واقعی صحیح ہے تو پھر یہ معمہ حل کرنا باقی ہے کہ امام محمد نے فقہ کا اتنا قیمتی ذخیرہ ہم تک کس واسطہ سے پہنچایا۔

اس مضمون میں مَیں نے اپنی ایک الجھن صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس امر کا فیصلہ قارئین خود کریں گے کہ امام محمد واقعی امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے یا نہیں۔

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

زیر نگرانی: مولانا محمد منظور نعمانی ادارت: عتیق الرحمٰن سنبھلی

خصوصی اشاعت

دوسرے مفید دینی، علمی اور اصلاحی مضامین کے علاوہ

جماعتِ اسلامی ہند کے بنیادی نظریات اور عملی رجحانات کا جائزہ

جناب وحید الدین خاں صاحب (سابق رکن جماعت اسلامی ہند) کے قلم سے

اس شمارہ کے ذریعہ آپ تیس سال سے مسلسل شائع ہونے والے بامقصد اسلامی ماہنامہ الفرقان سے واقفیت کے علاوہ، وقت کے ایک اہم موضوع پر نہایت بصیرت افروز مواد بھی پا سکتے ہیں جو ایک مستقل قدر و قیمت کا حامل ہے۔

اس شمارہ کی ضخامت ۱۱۲ صفحات۔ قیمت: ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک

مستقل ضخامت ۵۶ صفحے۔ قیمت سالانہ: چھ روپے۔ فی کاپی: ۶۰ نئے پیسے

اہل پاکستان کے لیے ترسیل زر کا پتہ: سکریٹری ادارہ اصلاح و تبلیغ۔ آسٹریلین بلڈنگ لاہور

غیر ممالک سے بارہ شلنگ

منیجر ماہنامہ الفرقان، کچہری روڈ، لکھنؤ